علمے کہ راہ حق ننماید' جہالت است

از مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

(۱) ہمارے موجودہ دور میں تعلیمی معاشی اور معاشرتی انحطاط کے اسباب متعدد ہیں کوئی ایک خاص سبب نہیں جس پر انحطاط کا انحصار کیا جائے' لیکن ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ ہماری عادت چونکہ زیادہ تر ایک دوسرے پر اعتراض اور نکتہ چینی کی بن چکی ہے' اس لئے ہر ایک دوسرے کو اس کا ذمہ دار قرار دیکر اپنے آپ کو اس سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور حق کی اصلی صورت میں سمجھنے کی صلاحیت بھی تقریباً" مفقود ہو چکی ہے' لیکن اس انحطاط کا ذمہ دار درحقیقت ہماری سوسائٹی کا ہر ایک طبقہ ہے سیاست دان ' دنیادار' تجار' صنعت کار' ملازم پیشہ حضرات' مزدور ' کسان ' علماء طلباء وغیرہ سب کے سب اس کے ذمہ دار ہیں خصوصاً" تین طبقات تو ہمیشہ سے اہم رہے ہیں یعنی امراء ' علماء اور پیر حضرات کیونکہ سلفانے یہ بات فرمائی ہے کہ امراء (حکام) کے بگاڑ سے لوگوں کی معیشت تباہ ہوتی ہے امراء جو طریقہ بھی معاش میں اختیار کریں عام لوگ ان کا اتباع کرتے ہیں ' اور امراء بالعموم چونکہ توسع اور رفاہیت بالغہ (حد سے زیادہ خوشحالی) اور تعیش کے دلدادہ ہوتے ہیں' اس لئے دوسرے طبقات ان کا اتباع کرتے ہیں ' اور اس سلسلہ میں عوام' کسان ' پسماندہ طبقات غربا' مساکین' اور نادار لوگوں پر بے پناہ مظالم ہوتے ہیں ۔ اور تنگی اور حرج واقع ہوتا ہے اور اس سے معاش برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔

اور علماء کے بگاڑ سے لوگوں کی دینی اور مذہبی حالت بگڑ جاتی ہے' علماء میں جب طمع اور دنیاداری ' حب جاہ و مال کی بیماری پیدا ہوجاتی ہے اور غلط کاری جب ان میں پھیل جاتی ہے اور دین اور علم دین کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بنا لیا جاتا ہے' تو یقینی بات ہے کہ لوگوں کی دینی حالت آخر تباہ و برباد ہوگی ۔

اور بزرگان دین اور پیران عظام کی حالت جب خراب ہوتی ہے خدا پرستی کے بجائے ان میں فسق و فجور' شرک و نفاق اور بدعات و رسومات کے جراثیم سرایت کر جاتے ہیں تو لوگوں کی اخلاقی اور روحانی حالت تباہ ہو کر رہ جاتی ہے' ۔

خدا بیچ کر شیخ حرم نے　　　　عدم دنیا کے بت خانے خریدے

۲　ے ساقی سے لیا تھا جو بصد عرض تمنا --- وہ جرعہ بھی زہر آب ہے' معلوم نہیں ' کیوں (جگر) حقیقت یہ ہے کہ ملک و قوم کی آزادی کے لئے جن لوگوں نے کوششیں کی اور قربانیاں دی تھیں ' ان کو انقلاب کے دھارے نے پیچھے دھکیل دیا اور ان لوگوں کی حد سے زیادہ تذلیل

و توہین کی گئی ' اور وہ لوگ ارباب حل و عقد و بست و کشاد بن بیٹھے ' جو نسلاً" بعد نسل اکابر عن اکابر انگریز کے ٹاؤٹ اور مغربیت کے دلدادہ تھے ' اور اپنی ملی اور قومی روایات و تشخص سے بالکل عاری تھے ' اور دینی اقدار سے بالکل قلاش تھے ' تو جب حالت یہ ہو کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جب معاملہ نا اہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو پھر قیامت کا انتظام کرو ' یعنی پھر تو قیامت ہی برپا ہوگی ' اور معاملات درہم برہم ہو کر رہ جائیں گے۔

۳ موجودہ نظام تعلیم کو بدل کر اس کی جگہ "اسلامی نظام تعلیم" کس طرح نافذ ہوگا؟ یہ بات مجموعی طور پر تمام نظاموں کے بارے میں بھی اسی طرح وارد ہوتی ہے جس نظام تعلیم کے بارہ میں پورا نظام کس طرح تبدیل ہوگا۔

مگر اصولاً" یہ بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اسلام سے ٹیکنالوجی یا سائنس کا تعارض نہیں ہے البتہ اسلام کا فحاشی عریانی سے اور معاصی کا اسلامی نظام سے تصادم اور تعارض ہے۔

۴ انگریزی زبان کی بے جا محبت اور اس میں غلو اگرچہ ناپسندیدہ اور بری بات ہے لیکن ناکامی کی وجہ یہ نہیں ' ناکامی اس غالب نظام کی وجہ سے ہوتی ہے جس کا غلبہ ہر ایک نفس پر ہے۔

بے شک ہمارے ملک میں اردو زبان کو اس ملک کی ہمہ گیر زبان ہونا چاہیے ' اور اس کے مقابلہ میں انگریزی کو ثانوی درجہ حاصل ہونا چاہئے۔ انگریزی زبان کو بالکل نظر انداز کرنا اچھا نہ ہوگا۔ کیونکہ اس وقت دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور ہمہ گیر زبان میں بھی سائنسی علوم اور جدید انکشافات کی تعبیر و تشریح کا سوال جب بھی پیدا ہوگا ' انگریزی زبان کی ضرورت پڑے گی۔

تمدن جدید نے انسان کو ازحد خود غرض استحصال پسند طامع اور بے رحم بنا دیا ہے۔ آرام طلبی اور تعیش نے انسانیت کو بہت ہی غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔ انسان اصلی اور مصنوعی ضروریات میں فرق نہیں کر سکتا ' اور بہت سے مصنوعی خود ساختہ ضرورتوں کو اصلی اور بنیادی ضروریات کی طرح سمجھتا ہے ' اب اس کا علاج بغیر عمل اور اخلاص اور پختہ ایمان و ایثار کے کیسے ہوسکتا ہے۔ تعلیم کا حال بھی اسی طرح ابتر ہے ' اور نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے مدارس دینیہ ہوں یا دنیاویہ کالج ہو یا یونیورسٹیاں بڑے چھوٹے تعلیمی اداروں میں پوری طرح شیطان گھسا ہوا ہے اور اس نے اپنا پورا تسلط جمایا ہوا ہے ہماری ناقص رائے میں سب سے پہلے تو تعلیم اور صحت دونوں کی بنیاد دینی اقدار پر رکھنی ضروری ہے اس لئے کہ خدا شناسی اور خود شناسی دونوں ضروری ہیں ' ذہنی ' دماغی اور روحی تطہیر کا ہونا ضروری ہے اور جب تک

ہمارا مطمح نظر علم نافع کا حصول نہ ہو' اصلاح حال ناممکن ہوگا **الھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع** آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ نے علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے' اے اللہ میں تیری ذات کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں 'دنیا میں اور عقبیٰ میں جو علم ضرر رساں ہو' اس سے میں پناہ چاہتا ہوں۔ سعدیؒ کا قول ہے۔

علم کہ راہ حق ننماید جہالت است

اور علم کا ہونا بھی ایک مومن کے لئے ضروری اور فرض ' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ **طلب العلم فریضتہ علی کل مسلم** (بیہقی) کہ علم کا طلب کرنا ' ہر مسلمان پر فرض ہے ۔ اور یہ کوشش و کاوش' محنت و سعی ' طلب و جستجو کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا

زندگی جہدست و استحقاق نیست
جزبعلم انفس و آفاق نیست
اقبال

زندگی جدوجہد کا نام ہے یہ کوئی استحقاق نہیں کہ بغیر کسی طلب و جستجو کے حاصل کی جاسکے اور یہ بات انفس اور آفاق کے علم کے بغیر ناممکن ہے ' ایسا علم انسان کے پاس ہو جس سے وہ اپنے آپ کو پہچانتا ہو اور علم انسان کے بنیادی حقوق میں سب سے اہم حق ہے اسلام میں بھی اس کا مقدم ہونا واضح بات ہے' بنیادی حقوق انسان کے لئے ' روٹی 'پانی 'کپڑا ' مکان ' تعلیم اور صحت ہیں۔

روٹی انسان کو عزت کے ساتھ نصیب ہونی چاہئے (النجز بالکرامتہ) حضرت خواجہ فرید لدین شکر گنجؒ مزاح سے فرماتے تھے ' لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے ارکان پانچ ہیں 'اور میں کہتا ہوں کہ وہ چھ ہیں ' لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وہ کیسے آپ نے فرمایا کہ پانچ ارکان تو یہ ایمان (توحید و رسالت کی گواہی ' نماز ' زکوۃ' روزہ ' اور حج ہیں اور چھٹا رکن روٹی ہے کہ اس کے بغیر نسان دنیا کا کوئی مفید کام کر سکتا ہے اور نہ آخرت کا کام کر سکتا ہے۔

تعلیم کی بنیاد دینی اقدار پر رکھنی ضروری ہے' ڈاکٹر اقبالؒ کہتے ہیں ' اگر ارتقاء تمدن و تہذیب انسان کو ایک درخت سے تعبیر کیا جائے تو مذہب اس کا ایک پھل ہوگا۔اور پھل ایسا ں کا کھانا قومی زندگی کے لئے ایسا ضروری ہے ۔ جیسے پانی ' ہوا اور غذا کا استعمال جسمانی بقاء کے لئے لازم ہے "۔ (ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر) اور ظاہر ہے کہ انسانوں کی انفرادی یا

اجتماعی' اصلاح بغیر دین اور مذہب کے پاکیزہ اصولوں کو اپنانے کے ناممکن ہے' مشاہدہ اور تجربہ بتاتا ہے' کہ صحیح اور سچے دین کے بغیر انسان نے نہ تو ترقی کی ہے' نہ کر سکتا ہے۔

اور اقبال نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ دنیا کی کسی قوم کی اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس قوم کے افراد پنی ذاتی اصلاح کی طرف توجہ نہ کریں' (عمرانی نظر) وہ لوگ جنہوں نے تعلیم کا یہ اصل الاصول قائم کیا تھا کہ ہر مسلمان بچہ کی تعلیم کا آغاز قرآن مجید کی تعلیم سے ہونا چاہیے وہ ہمارے مقابلہ میں ہماری قومی ماہیت و نوعیت سے زیادہ باخبر تھے" (ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر) اور تعلیم نسواں کے سلسلے میں بھی ڈاکٹر اقبال مرحوم کی رائے بڑی دقیع ہے وہ کہتے ہیں" یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو ابتدا میں ٹھیٹھ مذہبی تعلیم دیں جب وہ مذہبی تعلیم سے فارغ ہو چکیں تو ان کو اسلامی تاریخ علم تدبیر خانہ داری (تدبیر منزل) اور علم اصول حفظ صحت پڑھایا جائے' اس سے ان کی دماغی قابلیتیں اس حد تک نشوونما پاجائیں گی کہ وہ اپنے شوہروں سے تبادلہ خیالات کر سکیں گی' اور امومت کے وہ فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے سکیں گی جو میری رائے میں عورت کے فرائض اولین ہیں تمام وہ مضامین جو ان کی نسائیت کی نفی کرتے یا اسلام کی حلقہ بگوشی سے انہیں آزاد کرنے والے ہوں با احتیاط ان کے نصاب تعلیم سے خارج کر دینے چاہئیں' (عمرانی نظر) جس طرح جسمانی تغذیہ انسان کے لئے ازحد ضروری ہے اگر انسان کو غذا میسر نہ ہو یا ناقص ملے تو انسان کی ہلاکت کا خطرہ ہے' اسی طرح جب تک انسان کو صحیح تعلیم میسر نہ ہو تو انسان کبھی بھی اپنے انسانی فرائض ادا نہیں کر سکتا۔ اور نہ فرائض کے ادا کرنے کی صلاحیت اس میں پیدا ہو سکتی ہے۔

انسانوں کی عقلی ضرورتیں بھی اسی طرح پوری کرنی ضروری ہیں جس طرح جسمانی اور مادی ضرورتیں' انسانی عقل کو صحیح غذا مذہب اور دین سے ہی نصیب ہو سکتی ہے لیکن مذہب تو عمل سے ترقی کرتا ہے' محض علم اور باتیں بنانے سے نہیں اکثر اسلام کے دعویدار علماء اور گدی نشین حضرات بھی عمل سے عاری ہونے کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے لئے ایک مردار طاقت بنے ہوئے ہیں۔ اسی لئے یہ لوگ با آسانی یا تو نظام سرمایہ داری کے حاشیہ بردار ہوتے ہیں یا پھر نظام الحاد اور اشتراکیت کے چوب بردار' کیونکہ مذہب اور دین تو کردار' عمل اور سچے اخلاق کا طلب گار ہوتا ہے' وہ ان میں موجود نہیں' اس لئے یہ باطل نظاموں کے حاملین کی طرح دنیائے انسانیت کے لئے مصائب و آلام کا ذریعہ بن جاتے ہیں' اور ان میں کوئی ہی خدا کا بندہ ہوگا جو صحیح راہ پر گامزن ہو' طلباء کرام اگر چاہتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا حقیقی انقلاب لائیں تو انہیں پہلے سوچ کر اپنا پروگرام طے کرلینا چاہئے اور اس پروگرام پر اگر مرمٹنے کی جرات و ہمت ہو تو پیش

بقیہ: صفحہ ۶۸ پر